از دفتر امامیہ مشن - حسین آباد - لکھنؤ

مناظرہ و کلام

۳۴۷

یہ مشن لکھنؤ کا تیسرا[۳] تبلیغی رسالہ

مطبوعہ سرفراز قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ - لکھنؤ

(قیمت ایک آنہ)

امامیہ مشن لکھنؤ کی تیسری مذہبی خدمت

بیادگار ولادت حضرت امام الائمہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام

اس سے قبل دو رسالے "قاتلان حسینؑ کا مذہب" (جس کا دوسرا ایڈیشن بھی شایع ہو چکا ہے) اور "تحریف قرآن کی حقیقت" شایع کئے جا چکے ہین اور اب یہ تیسرا رسالہ جو کہ حضرت سید العلماء مولانا السید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر مد ظلہ کے چند بیش بہا مضامین پر مشتمل ہے ۱۳ رجب کی مبارک و مسعود تاریخ یعنی روز ولادت حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی مناسبت سے شایع کرتے ہین۔

ہمکو قوی امید ہے کہ شیعیان امیر المومنینؑ اس رسالہ کی زائد سے زائد تعداد خرید کر کے غیر اقوام مین مفت تقسیم فرما دین گے اور تبلیغ کے اس اہم فریضہ کو جو ہر ہر فرد مومن پر واجب ہے پورا کر کے عند اللہ و عند الرسولؐ ماجور ہونگے۔

خادم ملت

سید ابن حسین عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن

حسین آباد۔ لکھنؤ

[illegible] ۱۹۶۲ء

مولود کعبہ کی عظمت

ایک عیسائی مورخ کی نظر میں

قصیدۂ علویہ کے چند اقتباسات

مولود کعبہ علی بن ابی طالبؑ کی عظیم الشان شخصیت کو اسلامی نقطۂ نظر سے اگر دیکھا جائے تو اعتقادی حیثیت کا رنگ چڑھ جانے کا شبہہ ہو سکتا ہے، اسلام کے روح رواں اور رسول عربیؐ کے ساتھ شریک ہو کر شریعت حقہ کے موسس ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کے دلوں میں کچھ بھی عقیدت ہو وہ کم ہے لیکن اگر غیر جانبدارانہ خیالات کی روشنی میں اس عظیم الشان ہستی پر نظر کرنا ہو تو مخالفین اسلام یا امیر المومنینؑ

(۲) "سرفراز" لکھنؤ۔ رجب ۱۳۸۲ھ

کے اُن سخت ترین دشمنوں کے کلمات پر نظر ڈالو جو اُنکی عداوت کو اپنے لیئے سرمایۂ افتخار سمجھتے ہین، اور اس سلسلہ مین ہم قارئین کرام کے ساتھ ایک عیسائی مورخ کے خیالات کا تعارف کرانا چاہتے ہین۔

عبدالمسیح انطاکی اُن مشہور عیسائی ارباب قلم مین سے ہے جنکا نام عربی صحافت کے قدرشناسون مین تعارف کا محتاج نہین۔ یہ شخص ملک شام کے قدیم شہر حلب کا باشندہ تھا ابتدائی نشو ونما اپنے شہر مین پائی اور ملت عربیہ کی خدمت اُسی زمانہ سے اپنا فریضہ رکھا۔ ۱۸۹۶ء مین حلب سے ایک عربی رسالہ "شذور" ماہوار نکالنا شروع کیا جو دو برس جاری رہکر حکومت کی نظر ترحم کا مستحق ہوا اور بند کردیا گیا۔ قومی خدمت کے شوق نے وطن مین رہنے نہ دیا اور آخر مصر کے ایسے علمی و ادبی مرکز کی طرف منتقل ہونا پڑا اور وہان سے ایک عربی اخبار "ازہار" جاری کیا جس کا نام کچھ زمانہ کے بعد "العمران" ہوگیا۔ جریدۂ العمران کسی زمانہ مین مصر کے مشہور ترین اخبارات سے تھا۔ عیسائی ہونے کے باوجود ابتدائے عمر سے اس شخص کو اسلامی تاریخ کے مطالعہ کا ذوق تھا اور ۱۹۰۸ء مین تمام ممالک اسلامیہ کا دورہ کرکے کافی معلومات بہم پہونچائے اور اپنی تمام عمر ملک عرب کی خدمت اور قومی سودائیون کے ہردلعزیز بنانے مین صرف کی اور زیادہ زمانہ نہین گزرا ہے کہ داعی

اجل کو لبیک کہا۔

قصیدۂ علویہ عبد المسیح انطاکی کے اُن زرین کارنامون مین سے
ہے جن پر دنیائے تصنیف ایک مدت تک فخر کرنے کا حق رکھتی ہے۔ امیر المومنین ع
کی مفصل و مبسوط سیرت، حقائق اسلام پر تبصرہ، خلافت و حکومت پر غیر
جانبدارانہ خیالات کا اظہار، بعثت رسول صلعم کے قبل عرب کے اخلاق و عادات
رسالتمآب ص کی سچی تعلیم کے اثرات، اسلامی تاریخ کے اہم نکات پر منصفانہ
بحث ان تمام مطالب کو ۔۔ صفحہ کی کتاب مین اس عنوان کے ساتھ
جمع کیا گیا ہے جس کی نظیر اس کے قبل ملنا دشوار ہے۔ یقیناً امیر المومنین ع
کی سیرت مین کسی مسلمان نے ابھی تک اس گرانقدر فرض کو انجام نہیں دیا تھا
جس طرح ایک عیسائی نے اس فرض کو ادا کیا ہے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ ادبی
حیثیت سے اس کو علمی سائنس کا ایک حیرت انگیز کرشمہ سمجھنا چاہیے۔ اتنی
مبسوط کتاب جس مین تمام واقعات، حقائق پر روشنی ڈالی گئی ہے ایک
قصیدہ کے ضمن مین اس طرح نظم کر کے شروع سے آخر تک ایک ہی ردیف
و قافیہ باقی رہے یقیناً ادبی دنیا کا ایک نمونہ ہے
یہ قصیدہ پانچ ہزار پانچ سو پچانوے (۵۵۹۵) اشعار پر مشتمل ہے جس مین
تکلف و تصنع کا نام نہیں اور نہایت عربی زبان کا لطف بھی موجود ہے۔

سے ۱۹۱۹ء تک دو برس کے عرصہ مین اس کی تصنیف ہوئی ہے اور ۱۹۲۰ء
مین مطبع رعمسیس (فجالہ) مصر مین طبع ہوکر شایع ہوا ہے۔

تیرہ رجب کی صبح کا دلکش منظر اور خانۂ کعبہ مین امیرالمومنینؑ کی ولادت
ایسا واقعہ نہین جو تاریخ کے صفحات پر نمایان نہو یا کسی تعصب آمیز جد وجہد
سے مخفی و پنہان کیا جا سکے کتب سیر و تواریخ یک زبان و متفق ہوکر اس کے
شاہد ہین اور اسلامی کتابین امانت داری کے ساتھ اس کو ہمیشہ ارباب
اطلاع تک پہونچاتی رہنے کی ضامن ہین۔ قصیدۂ علویہ کا عیسائی مصنف
کس دلچسپ پیرایہ مین اس ایمان پرور واقعہ کا تذکرہ کرتا ہے۔

فی رحبۃ الکعبۃ الزھراقد انبثقت   انوار طفل وضاءت فی مغانیھا

کعبۂ معظمہ کی فضا مین ایک نومولود بچہ کے چہرہ کی چھوٹ پھیل
گئی ہے اور اس کے در و دیوار کو روشن بنا دیا ہے۔

قالوا ابن من فاجیبوا انہ ولد   من نسل ھاشم من اسمی ذراریھا

لوگ پوچھتے ہین کہ یہ کس کا فرزند ہے؟ بتلا دو کہ یہ بنی ہاشم کے خاندان کی بلند
ترین نسل کا مبارک فرزند ہے۔

ھنوا اباطالب الجواد والدہ   والام فاطمۃ ھیوا نھنیھا

سخی "ابوطالب" کو اس فرزند کی تہنیت پیش کرو اور جلد چلکر اس کی ماں

فاطمہ بنت اسد کو بھی مبارکباد دیں۔

ان الرضیع الذی شام لضیاء ببیت اللہ عزتہ لا عز یحکیہا۔

وہ شیر خوار بچہ جس نے پہلی ہی بار بیت اللہ کو اپنے نور سے جگمگا دیا اسکی عزو رفعت کا کوئی عزت مقابلہ نہیں کر سکتی۔

اما الولید فلاقی الارض مبتسما فما رغا رھبا ما کان خاشیہا

بچہ زمین پر مسکراتا ہوا پیدا ہوا اور کسی خوف وخطر نہ ہونے کے سبب ایک مرتبہ بھی رونے کی آواز بلند نہ ہوئی۔

الی لنساء التی حولیہ قد نظرت عیناہ نظرۃ مستجل خوافیہا

وہ عورتیں جو اسکے گرد جمع تھیں ان پر اسنے تجسسانہ نظر ڈالی جیسے کوئی باطنی اسرار کو دریافت کرنا چاہتا ہے۔

ھن عجبن بالمولود شمن بہ شبلا ببنیتہ سبحان بانیہا

ادھر وہ سب کی سب اس نومولود کی جسمانی بناوٹ میں محو ہوگئی تھیں جس میں انکو شیر کی شکل نظر آرہی تھی پاک ہے وہ ذات جس نے اس جسم کی صورت گری کی ہے

وقلن فاطم قد جاءت بحیدرۃ یذب عن قومہا العدوی بحمیہا

سب ایک مرتبہ بول اٹھیں کہ فاطمہ بنت اسد کے یہاں تو حیدر، شیر پیدا ہوا ہے، یہ یقیناً انکی قوم سے تمام ظلم وستم کو دور کرکے انکی حمایت وتائید کرنیوالا ہے

فراق فاطمة والطفل بین یدیه　　یماقول یسمعها من جوار بیها
واستبشرت ثم قالت والدی اسد　　فباسمه صرت اسمیه بجا فیها

فاطمہ بنت اسد کو اُنکی بات پسند آئی اور خوش ہو کر کہنے لگیں کہ میرے باپ کا نام بھی تو اسد تھا پھر مین بھی اس بچہ کا نام اسد ہی رکھونگی۔

ثم ابو طالب وانی حلیلته　　وطفلها وانثنی صفوا الیها

تھوڑی دیر مین ابو طالب آگئے اور اپنی زوجہ اور فرزند کے قریب آکر لطف شیرین گفتاری کے ساتھ باتین کرنے لگے۔

وهمّ بالطفل یستجلی ملامح اذ　　تزهو نفوس المعالی کونه فیها

اور بچہ کی طرف غور سے اُس کے محاسن فطرت کے دلکش پہلوون پر نگاہ ڈالنے لگے تو دیکھا کہ اس مین بلندی رفعت کے آثار سید اتکوین سے قرار دیئے گئے ہین۔

وقالت الام بالبشری بحیدرة　　لبشرا باطالب وانبت اسد بیها

مان نے کہا کہ تم کو حیدرؓ کی ولادت مبارک ہو اور اے ابو طالب مین تم کو اس کی بشارت دیتی ہون۔

اجابها بل علی نعم لا مرا　　د بالغا ذروة العلیا وراقیها

ابو طالب نے جواب دیا کہ نہین نہین بلکہ اس کا نام علیؑ ہے کیونکہ مین اسکو بلندی رفعت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچا ہوا دیکھ رہا ہون۔

اللہ اکبر من تلک الفراسة بالـ   مولود والوالد المفضال رائیھا

سبحان اللہ! یہ فراست اور عاقبت اندیشی جس کو بزرگ مرتبہ باپ اپنے نومولود
فرزند سے مشاہدہ کر رہا تھا۔

قد حققتها اللیالی بالولید ومنا   سمی بین اهل العلی والمجد ایما

کچھ ہی دن کے بعد زمانہ نے اس فراست ابوطالب کے خیال کو سچ کر دکھایا اور
یہ بچہ تمام ارباب رفعت و شرف میں سب سے بلند درجہ پر نظر آیا۔

یہ تھا ایک عیسائی کا کلام اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنین
کی خانہ کعبہ میں ولادت کا تذکرہ اس حد تک مشہور ہو چکا ہے کہ غیر مذہب
صاحب قلم بھی اس کے اقرار پر مجبور رہے۔

ایک مسیحی پر امیر المومنین کے فضائل کا تذکرہ کرتے ہوئے قابل مصنف کہتا ہے

فضائل المرتضیٰ کالشہب نیرة   وکل ذی بصر فی الناس رائیھا

علی مرتضیٰ کے فضائل ستارہائے فلک کی طرح روشن ہیں اور ہر ایک صاحب بصیرت
شخص انکا مشاہدہ کرتا ہے۔

ولیس ینکرها الا المکابر وال   حسود والشانی الباغی لراویھا

اور کوئی شخص انکا انکار نہیں کر سکتا۔ مگر ہٹ دھرم شخص یا دشمن جو ان پر

پردہ ڈالنے کا درپے ہو۔

وھبھم انکروا شمس الضحیٰ افیعمی الناس تاللہ عن زاھی تلالیھا

اور مان بھی لو کہ انھوں نے آفتاب نیمروز کا انکار کر دیا تو کیا تمام دنیا اُسکی جگمگاتی ہوئی کرنون سے اندھی ہو جائیگی۔

وھل اتٰہم بالشمس ظافرۃ وقد افاضت سناھا کی تخفیھا

اور کیا اُنکے ہاتھ آفتاب تک پہونچ سکتے ہین کہ وہ اُسکی پھیلی ہوئی شعاعون کو اپنی ہتھیلیون سے چھپا سکین۔

---
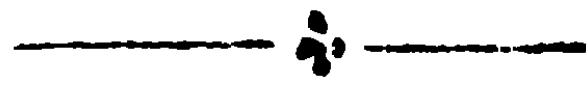
(۲)

امیر المومنین کی منقبت خوارج کی زبان سے

سب سے پہلے ہم ناظرین سے اس فرقہ کا تعارف کرانا چاہتے ہین کیونکہ اسوقت عالم اسلامی کے بیشتر افراد اس مذہب کے وجود ہی سے بے خبر ہین وہ فرقہ جو جنگ صفین کے بعد تحکیم کے مسئلہ پر امیر المومنینؑ کا مخالف ہو کر حضرت سے برسر پرخاش ہو گیا۔ اور جنگ نہروان مین حضرت کے ہاتھون قتل ہوا۔ اُس کو مورخین خوارج

"۱" سرفراز لکھنؤ رجب ۱۳۴۶ھ

حروریہ کے نام سے یاد کرتے ہین۔ اُنکے لشکر کی مجموعی تعداد اٹھارہ سو تھی جن مین سے صرف نو آدمی بھاگ کر زندہ بچے تھے اور مسلمانون مین سے صرف نو آدمی قتل ہوئے تھے۔ اُسی وقت اصحاب امیرالمومنینؑ مین سے کسی نے خیال ظاہر کیا کہ اب تو یہ گروہ بالکل فنا ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا کلا انھم نطف فی اصلاب الرجال وارحام النساء ما قطع منھم قرن الا نجم قرن

"ہرگز نہین بلکہ کتنے افراد انمین کے صلب پدر اور شکم مادر کے اندر ہین، اُن مین کی ایک شاخ قطع نہو گی کہ دوسری ظاہر ہو جائیگی"

سچ کہا تھا امیرالمومنینؑ نے تاریخ شاہد ہے کہ خوارج کا وجود ہر زمانہ مین باقی رہا اور اب تک دنیا مین اس فرقہ کا وجود ہے۔

اموی سلاطین کا زمانہ جس مین مخالفت اہل بیت کا طوفان پوری قوت پر تھا اُس مین اس فرقہ کو بھی نشو ونما کرنے کا اچھا موقع ملا اور عبدالملک بن مروان و عبداللہ بن زبیر کے عہد مین انکی طاقت و قوت نے ایک اجتماعی مرکزیت حاصل کر لی اگرچہ کہ یہ گروہ حضرت عثمان کو بھی کافر و مشرک خیال کرتا ہے۔ لہذا حکام وقت کو اس سے برسر پیکار رہنا پڑا اور حجاج بن یوسف ثقفی و مہلب بن صفرہ اور مصعب بن زبیر نے اپنے اپنے دور حکومت مین انکی سرکوبی کی۔

دوسری صدی ہجری مین عبد الملک بن مروان کے عہد حکومت مین جامع مسجد بصرہ کے اندر ایک مختصر گروہ نے جمع ہو کر خروج کا قصد کیا اور خارجی عقائد کی اشاعت پر کمر باندھی - انمین سرگروہ تین شخص تھے نافع بن ازرق اور عبد اللہ بن صفار اور عبد اللہ بن اباض، یہ تینون خوارج کے راس و رئیس اور روح روان اور ان کے تمام فرقون کے مورث اعلیٰ ہین - چنانچہ خوارج کے مختلف فرقے انہی کی طرف منسوب ہو گئے ازرقیہ نافع بن ازرق کی طرف اور صفریہ عبد اللہ بن صفار کی طرف اور اباضیہ عبد اللہ بن اباض کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہوئے - اور اسوقت خوارج کا جو فرقہ زیادہ تعداد مین موجود ہے وہ اباضیہ ہے جن کا سلسلہ نسب عبد اللہ بن اباض تک پہونچتا ہے اور اسی فرقہ کو بعض تاریخون مین وہبیہ کے نام سے لکھا گیا ہے اسلئے کہ خوارج نہروان کا سپہ سالار عبد اللہ بن وہب راسبی تھا -

---

فی زماننا فرقہ خوارج کا اصلی مرکز عمان و مسقط ہے اور انکے اطراف مین بہت دور تک خصوصا ساحلی مقامات پر انکے افراد پھیلے ہوئے ہین اور بلاد مغرب مین نفوسا ایک مقام ہے اور دوسرا جربا یہ دونون جگہ ... ومین تعلق رکھتے ہین اور یہان کافی تعداد مین یہ لوگ موجود ہین اسی طرح جبل مصعب مین انکی معتد بہ جماعت قیام کئے ہوئے ہے -

عمان و مسقط مین ایک زمانہ تو وہ تھا جب سوائے اباضیہ کے کوئی اور فرقہ موجود ہی نہین تھا مگر بارہوین صدی ہجری کے دوران مین سنی اور شیعہ افراد کی بھی کافی تعداد یہان پیدا ہوگئی جنہین سے بعض نے دوسرے مقامات سے آکر سکونت اختیار کی تھی اور اکثر لوگ خود فرقہ اباضیہ مین سے تحقیق کی روشنی مین حق کو دیکھکر اس کی طرف مائل ہوئے اور اباضیت سے کنارہ کشی کی مگر پھر بھی اس وقت عمان و مسقط مین اس گروہ کی پوری طاقت ہے۔

اس کے علاوہ جہان تک ہمین معلوم ہوا ہے ہندوستان بھی اس کے وجود سے خالی نہین اور زنگبار کے اطراف مین یہ گروہ بڑی تعداد مین موجود ہے

یہ گروہ اپنے مذہب کی تبلیغ سے بھی غافل نہین اور عمان و مسقط مین پوری طاقت کے ساتھ اپنے عقائد کی نشر و اشاعت مین کوشش کر رہا ہے افسوس ہے کہ اسلام کے مرکزی مقامات پر رہنے والے اس زہریلے مادے سے بالکل غافل ہین اسلئے کہ دور ہونے کی جہت سے انکی کتابین نہین پہونچتین بلکہ عام طور پر لوگ اس فرقہ کے وجود ہی سے بے خبر ہین۔

اس وقت ہمارے سامنے اس فرقہ کے عقائد کا بڑا ذخیرہ موجود ہے انکی مبسوط کتابین جو شائع ہو چکی ہین حسب ذیل ہین۔

(۱) قاموس الشریعۃ تالیف شیخ جمیل بن خمیس بن لافی بن خلفان بن

خمیس سعدی) یہ کتاب آٹھ جلدون مین ہے اور تمام اباضی عقائد کا ذخیرہ اس مین موجود ہے۔

(۲) شمس الاصول۔ تالیف ابو محمد عبد اللہ بن حمید سالمی اباضی ۲ جلد

(۳) جوہر النظام شیخ عبد اللہ بن حمید بن سلوم سالمی

(۴) کتاب الطبقات شیخ ابو العباس احمد بن سعید۔

(۵) جواہر المنتقاۃ فی اتمام ما اخل بہ کتاب الطبقات۔ تالیف ابو الفضل ابو القاسم بن ابراہیم برادی مگر جہان تک ہمین معلوم ہے یہ لوگ کسی محقق غیر مذہب کے ہاتھ اپنی کتاب فروخت کرنے سے انکار رکھتے ہین، وہ اپنے فرقہ کے علاوہ جس شخص کو سمجھ لیتے ہین کہ اس کے دام تزویر مین آجانے کا احتمال ہے اُس کو کتابین دیتے ہین اور یہی سب سے بڑا باعث ہے کہ افراد اہل اسلام انکی عقائد سے واقف نہین ہین۔

اس گروہ کا تعصب و عناد امیر المومنین ع سے قابل بیان نہین۔ عبد الرحمن بن ملجم اس فرقہ کے ایمہ و اولیاء مین سے ہے اور حمران بن حطان شیبانی جس نے ابن ملجم کی مدح مین قصیدہ کہا ہے اور اپنے اشعار مین قتل حضرت امیر ع پر اظہار شکر گذاری کیا ہے وہ اس فرقہ کا رکن رکین اور ممتاز درجہ کا شخص ہے

با این ہمہ تعصب و عداوت اس وقت مختلف مقامات خوارج کی کتابون کے ہمارے پیش نظر ہین جنمین مصنف کے قلم سے بیساختہ امیر المومنین ع کی فضیلت

نکل گئی ہے اور اس کو ہم امیر المومنین ع کا اعجاز اور خدا کی قدرت سمجھتے ہین کہ
باوجودیکہ عالم نے متفق ہو کر آپ کی فضیلت پر پردہ ڈالنا چاہا اور خزانون کے
منھ کھولدیے اس غرض کے لئے کہ علی کی منقبت ظاہر نہ ہونے پائے، انعامات مقرر
تھے کہ امیر المومنین ع کی مذمت مین احادیث وضع کیے جائین مگر یہ وہ آفتاب فضیلت
تھا جو چمکتا ہی گیا بلکہ جتنا دشمنون کا عناد بڑھتا گیا اُتنی مناقب مین قوت پیدا
ہوتی گئی اس لیے کہ اصول فطرت یہ ہے کہ عداوت وعناد اظہار فضائل سے مانع
ہوتا ہے اور پھر جب کہ بد دیانتی بھی شریک ہو اور جتنے قوی موانع کے باوجود
فضائل کا اظہار اُنکی زبان سے ہو اتنی ہی حجت زیادہ تمام ہوگی اور قدرت خدا
پر تیز روشنی پڑے گی بلکہ فضائل کی طاقت کا بہت بڑا ثبوت ہے کہ قوی سے قوی
مانع بھی اُسکے اظہار سے نہ روک سکا۔

اسوقت خوارج کی کتابون سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہین۔

(۱) عبداللہ بن اباض جو فرقہ اباضیہ کا مورث اعلیٰ ہے اُس نے
عبدالملک بن مروان کے نام ایک خط لکھا ہے، وہ خط کتاب "جواہر المنتقاۃ"
مین جو فرقہ اباضیہ کی مستند کتاب ہے نقل کیا گیا ہے۔ اُس مین لکھا ہے:

کان علی بن ابی طالب اقرب قرابۃ الی رسول اللہ ص و اعظم خلۃ و
اقدم ھجرۃ و اسبق اسلاما "علی بن ابیطالب تمام لوگون سے زیادہ حضرت
رسول ص سے قرابت اور سب سے زیادہ اُنسے محبت رکھنے والے اور سب سے پہلے

ہجرت کرنے والے اور اسلام مین سب سے سابق تھے"

(۲) قاموس الشریعۃ مصنفہ شیخ جمیل سعدی اباضی ج ۳ باب ۱۱ (صفحہ ۲۷)
مین قرآن مجید کی جامعیت علوم و معارف اور وسعت معانی کا ثبوت پیش
کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وانظر الی ما روی عن علی بن ابی طالب انہ قال لو شئت لا وقرت
حمل سبعین بعیرا من تفسیر فاتحۃ الکتاب فھو بالقوۃ فی معرفتہ
لا بالفعل اذ لا یساعدہ الوقت واذ صح کذلک وھو صحیح اذ لا یقول
کذلک الا ومعہ من تفسیرھا ما یبلغ ذلک فلا بد وان یکون فی نفسہ
انہ یوقر حمل سبعین بعیرا وانہ یمکن ان یکون معانیھا ما یبلغ اکثر
من ذلک ایضا فاذا ساعدہ الوقت استطاع ان یوقر سبعین
بعیرا اخری

"دیکھو اس حدیث کو جو علی بن ابی طالب سے منقول ہے کہ انھون نے
کہا کہ اگر مین چاہون تو ستر اونٹون کا بار تفسیر سورۂ حمد سے بھر دون اس کے
یہ معنی ہین کہ آپ کو اس کی معرفت اتنی حاصل ہے کہ لکھ سکتے ہین نہ یہ کہ بالفعل
اس کا لکھنا ممکن ہے کیونکہ وقت اور زمانہ اتنی گنجائش نہین رکھتا اور جبکہ
یہ مطلب درست ہو گیا اور حقیقۃ درست ہی ہے اس لئے کہ علی بن ابی طالب نے
ایسا نہین کہا جب تک کہ انکی نظر مین سورۂ حمد کی تفسیر مین اتنے مطالب نہ تھے جو

اس حد تک پہونچ جائین ۔ اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ بجائے خود سورہ حمد مین اتنے مطالب موجود ہین کہ ستر اونٹون کا بار لکھا جا سکتا ہے اور ممکن ہے کہ اُس مین اس سے زیادہ مطالب ہون کہ اگر وقت مساعدت کرتا تو آپ اُس کے علاوہ اور ستر اونٹون کا بار لکھدیتے ۔"

یہ امیر المومنین کی غزارت علم کا اعتراف ہے جو ایک دشمن کے قلم سے ہو رہا ہے ۔

(۴) قاموس الشریعۃ باب ۳۲ مین حضرات اہل سنت کی رد کرتے ہوئے لکھا ہے

تفقت جمیع الامۃ حتی من خالف علی بن ابی طالب ان اعلم الامۃ کلھا الی یوم القیامۃ علی بن ابی طالب وکیف خالفوہ فی المیراث تعلقوا بفرائض زید بن ثابت فان کان لقول النبی افرضکم زید فکیف جاز لعلی بن ابی طالب خلاف من مدحہ النبی فی ذلک وکیف جاز لابن عباس ان یخالفھم جمیعا فی المیراث و ابن عباس اخذ العلم عن الصحابۃ لانہ مات النبی وھو صغیر ولم یوفق زید الا علیا فی المیراث مع قول النبی افرضکم زید ومع العلم بان علیا اعلم الامۃ وھل یجوز تخطئۃ علی وابن عباس فی فرائض المیراث فیما خالفھم زید اما اذا کان الازم اتباع الاعلم فعلی بن ابی طالب انہم قد عدلوا عن الامارۃ وامام العلم واعلم من ھولاء الاربعۃ الذین ھم خالفوا علیا فی المیراث

فالاولی ترك ما قالوہ الائمۃ الاربعۃ والعمل بما قالہ امام المسلمین وامام العلماء العارفین علی بن ابی طالب ۔

"تمام امت یہان تک کہ وہ لوگ جو علی بن ابی طالب کے مخالف ہین وہ بھی اس بات پر متفق ہین کہ تمام امت مین قیامت تک سب سے اعلم علی بن ابی طالب ہین پھر ان حضرات (اہل سنت) نے میراث مین اُن کی مخالفت کس طرح کی اور زید بن ثابت کے فرائض پر عمل کیون کیا؟ ۔ اگر حضرت رسولؐ کے اس قول کی وجہ سے کہ تم سب مین میراث کا زیادہ جاننے والا زید ہے تو پھر علی بن ابی طالب کو کیونکر جائز ہوا کہ وہ مخالفت کرین اُس شخص کی جس کی حضرت رسولؐ نے اس باب مین مدح کی ہے اور ابن عباس کو کیونکر جائز ہوا کہ وہ میراث مین ان دونون کی مخالفت کرین حالانکہ ابن عباس نے علم کی تحصیل صحابہ سے کی ہے اور باوجود اسکے زید او علی کسی کی بھی اُنھون نے میراث مین موافقت نہین کی باوجود اسکے کہ حضرت رسولؐ کا قول تھا تم سب مین زیادہ میراث کا جاننے والا زید ہے اور باوجود اس یقین کے کہ علی اعلم امت ہین اور کیا علی وابن عباس کو خطاکار سمجھنا درست ہے اُن چیزون مین کہ جن مین اُنھون نے زید کی مخالفت کی ہے؟ اچھا جب کہ اعلم کا اتباع ضروری ہے تو علی بن ابی طالب امام ہین کہ جنکے لئے امامت تسلیم کر لی گئی ہے اور امام بھی عالم اور اُن ائمہ اربعہ سے اعلم کہ جنھون نے میراث مین علی کی مخالفت کی ہے لہذا ان ائمہ کے قول کو ترک کرنا چاہئے

اور عمل کرنا چاہیئے۔ اِس قول پر جو مسلمانون کے پیشوا اور تمام علما و عارفین کے مقتدا علی بن ابی طالب کا قول ہے۔

یہ اُس شخص کا کلام ہے جو علیؑ سے بڑھ کر دنیا مین کسی کو دشمن نہین رکھتا

والفضل ما شہدت بہ الاعداء

—— • ——

(۳)

اسلامی فاتح اعظم کا گران بہا مقولہ

"لولا علیؑ لھلک عمر" ۱

ایسے واقعات جو سابقین نے بحث و تحقیق کے بعد مسلمہ طور پر ثبت نہین کیے ہین اور گوشۂ گمنامی مین چھوڑ دیے ہین اسکے مستحق ہین کہ انکا انکار کیا جا سکے لیکن افسوس یہ ہے کہ موجودہ زمانہ مین ایسے حقائق کا انکار بھی ضروری سمجھا جاتا ہے کہ جو متواتر طور پر کتب اخبار و سیر مین درج ہوتے رہے ہین اور آفتاب سے زیادہ روشن ہین۔ علم حدیث کے امانت دار مقتدیون کا احسان ہے موجودہ طبقہ پر کہ اُنھون نے اسلامی آثار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نہین

---

۱ " لحافظ لاہور شوال ۱۳۴۹ھ

کے مقدس احادیث کی مسانید وصحاح کے دامنون مین حفاظت کی اور ہمارے ہاتھون تک یہ گرانقدر جواہر ریزے پہونچا دئے اور انکی تاب ناک چمک سے ہماری آنکھون کو بہرہ اندوز ہونے دیا۔

کیا انصاف کا اقتضا یہی ہے کہ اُن کی تمام محنتون پر پانی پھیر کر اُن تمام اسلامی اخبار و آثار کا صرف اس بنا پر انکار کر دیا جائے کہ وہ کسی نفسانی جذبہ اور غیر مستند خیال کی کمزوری کو طشت از بام کر دیتے ہین۔

اس صورت مین احکام شریعت اور آثار دینیہ کے محو ہوجانے کا اندیشہ ہے اس لئے کہ ان احکام و آثار کے راوی و ناقل بھی وہی لوگ تو ہین جنکے نقل کئے ہوئے احادیث و آثار کا بعض مخصوص مصالح کے تحت مین انکار کیا جارہا ہے اور اُنکی طرف وضع و افترا کی نسبت دی جارہی ہے۔ یقیناً قدیم زمانہ کے علمار اور حفاظ حدیث موجودہ طبقہ کے اتحاد اسلامی کے نام کی رٹ لگانے والے افراد سے زیادہ رواداراور انصاف پسند تھے اسلئے کہ اُنھون نے جوکچھ اخبار و آثار اُنکی نظر مین مستند معلوم ہوئے اُنکو جمع کر کے ہم تک پہونچا دیا اگرچہ اُن مین سے بعض اخبار اُنکے معتقدات اور ذاتی خیالات کو صدمہ پہونچانے کا باعث بھی ہون۔ لیکن ہمارے ہمعصر رہنایان ملت کا تو طرز عمل یہ ہے کہ ادھر کوئی ایسی روایت نظر آئی جو اُنکے مقاصد کے خلاف ہے تو اُنکا منجاہوا جواب یہ ہے کہ یہ روایت موضوع و مخترع ہے۔ ناواقف

اور بے خبر اشخاص کے لئے ضرور یہ دو لفظین بہت وزن رکھتی ہین اور اُنکا ان کو سنکر غلط فہمی مین مبتلا ہوجانا ممکن ہے لیکن ایک ایسا شخص جو کتب احادیث و سیر کی سیر کرکے صحیح و سقیم اخبار کا جائزہ لے چکا ہو کسی طرح اس قسم کے بے سروپا توہمات سے مرعوب نہین ہوسکتا۔

علامہ رشید رضا مصر کے اُن علمار مین سے ہین جنھون نے حنفیت کے پیکر مین وہابیت کا رنگ بھرا ہے، سعودی مظالم کے ابتدائی دور مین اخبار "زمیندار" لاہور کے توسط سے ہندوستان کے اندر وہابی خیالات کی تبلیغ مین موصوف کے لانبے چوڑے مضامین شائع ہو چکے ہین۔ ان کو شیعی جماعت پر طعن و تشنیع مین خاص لذت محسوس ہوتی ہے اور رسالہ "منار" جو ممدوح کی زیر ادارت ماہوار مصر سے شائع ہوتا ہے اُس مین ہمیشہ مذہبی چھیڑ چھاڑ کے ساتھ بے انصافی کا کامل مظاہرہ ہوتا رہتا ہے۔

"منار" کی بعض قریبی اشاعتون مین جن غیر معقول تحقیقات کا اظہار کیا گیا ہے اُنمین سے انا مدینۃ العلم وعلی بابھا اور اقضاکم علی اور لولا علی لھلک عمر کی وثاقت و اعتبار کا انکار ہے۔

مین نے ایک مستقل عربی تصنیف "نظرات بحاثۃ فی الاخبار المذکورۃ" کے ذریعہ سے اس خیال کا پورے طور پر ابطال کیا ہے۔ اس رسالہ کا آخری حصہ لولا علی سے تعلق رکھتا ہے، اس کا خلاصہ کی صورت مین اردو لباس

پہنا کر ذرا ناظرین کرتا ہوں ۔

خلیفۃ المسلمین عمر بن الخطاب کا معنی خیز مقولہ (لولا علی لھلک عمر) ان مستند تاریخی حقیقتوں میں سے ہے جسکے نقل میں اسلامی کتب تاریخ و حدیث متفق و یک زبان ہیں اور صدر اسلام سے اس وقت تک ہر طبقہ کے اعلام فن انکو اپنی کتب میں درج کرتے آئے ہیں۔ قصور تتبع اور کتب سے تہی دستی کے باوجود جو کچھ ہماری نظر سے اس فقرہ کے متعلق گذرا ہے وہ شک و شبہ کے قلع قمع کرنے کے لئے کافی ہے۔ انصاف شرط ہے ۔

(۱) امام ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ اپنی کتاب "تاویل مختلف الحدیث فی الرد علی اعداء اہل الحدیث" مطبوعہ مصر ۱۳۲۶ھ صفحہ ۲۰۱ میں رقمطراز ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے۔

"حضرت عمر کی وہ شخصیت تھی کہ قرآن انکے حکم پر اترا تھا، شیطان انکی بھنک پا کر خوف کھاتا تھا اور حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ ہر امت میں کچھ محدثین ہوتے ہیں، اگر اس امت میں کوئی محدث ہو تو وہ عمر ہے۔ یہ ہستی وہ تھی کہ ساریہ کو سیکڑوں فرسخ سے یا الجبل کی آواز دیکر محاذ جنگ کی تعلیم دی۔ باوجود اس سب کے وہ ایک ایسے موقع پر جبکہ حضرت علی نے انکو غلطی پر متنبہ کیا کہتا فرماتے ہیں۔ لولا قول علی لھلک عمر۔ (اگر علی کا ارشاد نہوتا تو عمر کہیں کا نہ رہتا) اور فرماتے ہیں ۔

اعوذ باللہ من کل معضلۃ لیس لھا ابو الحسن" "میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں، ہر اس مشکل سے جس کے (حل) کے لئے ابو الحسن (علی بن ابی طالب) موجود نہ ہوں"

(۲) استیعاب فی معرفۃ الاصحاب ابن عبد البر قرطبی مالکی (متوفی ۴۶۳ھ مطبوعہ حیدر آباد جلد ۲ ص ۴۷۴) کان عمر یتعوذ باللہ من معضلۃ لیس لھا ابو الحسن وقال فی المجنونۃ التی امر برجمھا وفی التی وضعت لستۃ اشھر فاراد رجمھا فقال لہ علی ان اللہ تعالیٰ یقول وحملہ وفصالہ ثلاثون شھرا الحدیث وقال لہ ان اللہ رفع القلم عن المجنون الحدیث فکان عمر یقول لولا علی لھلک عمر۔

"حضرت عمر پناہ مانگتے تھے اس مشکل سے جس کے حل کے لئے ابو الحسن (علی) موجود نہ ہوں مجنونہ کے بارے میں کہ جس کے رجم کا حکم دیا تھا اور اس عورت کے مسئلہ میں کہ جس کے یہاں چھ مہینہ میں بچہ پیدا ہوا تھا حضرت علی نے فرمایا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے حملہ وفصالہ ثلاثون شھرا اور دیوانہ سے تکلیف ساقط ہے۔ اسی بنا پر حضرت عمر کہا کرتے تھے لولا علی لھلک عمر

(۳) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ مطبوعہ مصر ج ۴ ص ۲۲)

عن سعید بن المسیب قال کان عمر یتعوذ باللہ من معضلۃ

لیس لها ابو الحسن۔

(۴) تہذیب التہذیب حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ مطبوعہ حیدرآباد ج ۷ صفحہ ۳۳۷ کان عمر یتعوذ الخ

(۵) اصابہ ابن حجر عسقلانی (ج ۲ صفحہ ۵۰۹) کان عمر یتعوذ الخ

(۶) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید مطبوعہ مصر ج ۱ صفحہ ۶ فقہا صحابہ عمر بن الخطاب اور ابن عباس تھے۔ دونوں نے علی سے استفادہ کیا ہے۔ ابن عباس کا استفادہ تو ظاہر ہے اور عمر کے متعلق ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ انہوں نے اکثر مشکل مسائل میں علی کی طرف رجوع کی ہے اور ایک بار نہیں متعدد بار کہا ہے لولا علی لهلك عمر اور لا بقیت لمعضلة لیس لها ابو الحسن خدا مجھ کو اس مشکل کے لئے زندہ نہ رکھے کہ جس کے واسطے علی نہوں۔

(۷) فیض القدیر شرح جامع الصغیر عبد الروف بن تاج العارفین مناوی حضرت علی کی اعلمیت کے موافق و مخالف سب گواہ ہیں اور اکابر صحابہ بھی اس کا اعتراف کرتے تھے اور حضرت عمر مشکل مسائل میں آپ سے سوال کیا کرتے تھے اور طرق متعددہ سے یہ امر درجہ صحت کو پہونچ گیا ہے کہ حضرت عمر پناہ مانگتے تھے اس جماعت سے جس میں علی موجود نہوں۔

(۸) ذخیرۃ المآل شہاب الدین احمد بن عبد القادر عجیلی۔

"کان عمر رضی اللہ عنہ یقول اعوذ باللہ من معضلة لیس فیہا

ابو الحسن ویقول ان عنیاً اقضانا و لولا علی لھلک عمر"

(۹) مطالب السئول کمال الدین ابن طلحہ شافعی (مطبوعہ ایران صد ۱۳)

بعض موقعوں پر علی بن ابی طالب نے تلف ہوتی ہوئی جان کی حفاظت کی اور اس طرح مسئلہ کو حل کیا کہ طرف مقابل کو آپ کی علمیت کا اعتراف کرتے ہی بن پڑی چنانچہ حضرت عمر کے پاس جبکہ وہ امیر المومنین تھے (یعنے جبکہ وہ منصب خلافت پر متمکن ہو چکے تھے) ایک زنا کار عورت لائی گئی جو کہ حاملہ تھی، اُنھوں نے چھوٹتے ہی اُس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا حضرت علی نے فرمایا کہ تم کو اُسکے پیٹ کے بچہ کی جان لینے کا کونسا حق ہے۔ اُس وقت حضرت عمر نے اُس فیصلہ کو منسوخ کیا اور اصحاب کے بھرے مجمع مین کہا لولا علی لھلک عمر

(۱۰) مناقب اخطب خوارزم (صد ۴۸) حضرت عمر نے حاملہ کے سنگسار کرنے کا حکم دیا، علی نے متنبہ کیا اُسوقت حکم منسوخ ہوا اور حضرت عمر نے کہا۔ عجزت النساء ان یلدن مثل علی بن ابی طالب لولا علی لھلک عمر" عام کی عورتون کے کہان نصیب کہ علی ایسی اولاد اُنکے یہان پیدا ہو اگر علی نہوتے تو عمر مر ہی گیا ہوتا" (صد ۶۰) عن سعید بن المسیب قال سمعت عمر یقول اللّٰھم لا تبقنی لمعضلۃ لیس لھا ابن ابی طالب "سعید بن مسیب ناقل ہین کہ مین نے حضرت عمر کو کہتے سنا کہ خدایا مجھ کو اُس مشکل کے لئے زندہ نہ رکھنا جسمین علی بن ابی طالب موجود نہ ہون۔

حدیث بر غیر او از صحابه خصوصاً عمر چنانچه در آن معرض گفته است. لولا
علی لهلک عمر۔

(۱۴) مطول سعد الدین تفتازانی (مطبوعہ تبریز ۱۳۰۹ھ ص ۱۳۱)

در ضمن بیان لو شرطیه نحو لولا علی لهلک عمر معناه ان وجود علی سبب
لعدم هلاک عمر لا ان وجوده دلیل علی ان عمر لم یهلک

"لولا علی لهلک عمر" کے معنی یہ ہیں کہ علی کا وجود عمر کے ہلاک نہ ہونے
کا سبب ہے نہ یہ کہ علی کا وجود عمر کے ہلاک نہونے کی دلیل ہے

(۱۵) فصول المہمہ ابن صباغ مالکی (ص ۱۸) ایک شخص کو لوگ پکڑ کر
حضرت عمر کے سامنے لائے قصہ اس کا یہ تھا کہ کچھ لوگوں نے اس کو خیریت
پوچھی۔ اس نے کہا میری حالت یہ ہے کہ میں فتنہ کو دوست رکھتا ہوں
حق سے کراہت کرتا ہوں یہود و نصاری کی تصدیق کرتا ہوں ایسی شے
پر ایمان لایا ہوں جو اپنی آنکھ سے نہیں دیکھی ایسی چیز کا اقرار رکھتا ہوں
جو اب تک پیدا نہیں ہوئی اس کا مقدمہ حضرت عمر کے پاس لایا گیا۔ آپ نے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بلانے آدمی بھیجا جب حضرت آئے تو پورا واقعہ
من وعن حضرت سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا سچ تو کہتا ہے فتنہ کو دوست
رکھتا ہے باری تعالیٰ عز اسمہ کا ارشاد ہے انما اموالکم و اولادکم فتنۃ
موت حق ہے حق سے کراہت کرتا ہے جیسا کہ جاءت سکرۃ الموت بالحق یہود و

انصاری کی تصدیق کرتا ہے وقالت الیهود لیست النصاری علی شیئ وقالت النصاری لیست الیهود علی شیئ. ان دیکھی چیز پر ایمان لانا بیشک خدا پر ایمان لانا ضروری ہے اور اُس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا جو خلق نہ ہوئی شے کا اقرار کرتا ہے یعنے قیامت کا کہ جو ابتک نہیں ہوئی ہے حضرت عمر نے بیساختہ کہا کہ اعوذ باللہ من معضلۃ لاعلیؓ لھا سعید بن مسیب کا مقولہ ہے کہ حضرت عمر کہا کرتے تھے اللھم لاتبقنی لمعضلۃ لیس فیھا ابو الحسن - اور ایک مرتبہ آپ نے کہا لولا علی لھلک عمر -

(۱۶) کفایۃ المطالب حافظ محمد بن یوسف گنجی شافعی باب ۵ مذکورہ بالا واقعہ کو زیادہ تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے اور آخر میں یوں ہے کہ لولا علی لھلک ابن الخطاب لولا علی بن ابی طالب - ابن خطاب کی جان چلی گئی تھی اگر علی بن ابی طالب نہوتے -

اور اصل اس قصہ کو علامہ شمس الدین ابن قیم جوزیہ حنبلی نے اپنی کتاب (الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ) مطبوعہ مصر ۱۳۱۷ھ ص۴۶ میں بھی نقل کیا ہے - حافظ گنجی نے حضرت علی کی اعلمیت کو ثابت کرتے ہوئے چھ مہینہ کے حمل والی روایت کو نقل کرتے ہوئے بھی لکھا ہے فقال عمر لولا علیؑ لھلک عمر -

(۱۷) مواقف عضد الدین الایجی افضلیت امیر المومنینؑ کے ادلہ کا تذکرہ

کرتے ہوئے لکھا ہے ولانہ نھی عمر عن رجم من ولدت لستۃ اشھر ونھی ونھاہ ایضاً عن رجم الحاملۃ التی اقرت بالزناء فقال عمر لولا علی لھلک عمر۔

"ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت علی نے عمر کو منع کیا اُس عورت کو سنگسار کرنے سے جس کے یہان چھ مہینہ مین بچہ پیدا ہوا تھا اور اُس حاملہ کے سنگسار کرنے سے جس نے ارتکاب زنا کا اقرار کیا تھا۔ اُسوقت حضرت عمر نے کہا لولا علی لھلک عمر" جواب مین اسکے صرف یہ کہا گیا ہے کہ یہ روایات افضلیت کو نہین ثابت کرتے اور ہم نے سلف کو دیکھا کہ وہ خلفائے ثلثہ کو حضرت علی سے افضل سمجھتے ہین لہذا ہم کو اس کا اعتقاد ضروری ہے۔

(۱۸) شرح مواقف ابوالعلا بن محمد رضا بخاری (مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۱۴ھ صفحہ ۴۴۳-۴۴۴) مذکورہ بالا عبارت کی تقریر و تائید کی گئی ہے۔

(۱۹) ابطال الباطل فضل اللہ بن روزبہان شیرازی۔ علامہ حلی رح کی مذکورہ ذیل عبارت نقل کی ہے "جمیع الصحابۃ رجعوا الیہ فی الاحکام واستفادوا منہ ولم یرجع الی احد منھم فی شیئی وقال عمر بن الخطاب فی عدۃ مواطن لولا علی لھلک عمر حیث ردہ عن خطاہ" تمام صحابہ نے احکام شرعیہ مین حضرت علی کی طرف رجوع کی اور حضرت کو کسی طرف رجوع کی کبھی ضرورت نہین پڑی اور حضرت عمر نے چند مرتبہ کہا لولا علی لھلک عمر۔

انصاری کی تصدیق کرتا ہے وقالت الیھود لیست النصاری علی شیئ وقالت النصاری لیست الیھود علی شیئ۔ ان دیکھی چیز پر ایمان لایا ہر بیشک خدا پر ایمان لانا ضروری ہے اور اس کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ہر خلق نہ ہوئی شے کا اقرار کرتا ہے یعنے قیامت کا کہ جو ابتک ... انھین گئی ہے حضرت عمر نے بیساختہ کہا کہ اعوذ باللہ من معضلۃ لاعلیّ لھا ... سعید بن مسیب کا مقولہ ہے کہ حضرت عمر کہا کرتے تھے اللّٰھم لا تبقنی لمعضلۃ لیس فیھا ابو الحسن۔ اور ایک مرتبہ آپ نے کہا لولا علی لھلک عمر۔

(۱۶) کفایۃ المطالب حافظ محمد بن یوسف گنجی شافعی ... باب ۵ مذکورۂ بالا واقعہ کو زیادہ تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے اور آخر مین یون ہے کہ کاد یھلک ابن الخطاب لولا علی بن ابی طالب۔ ابن خطاب کی جان ہی گئی تھی اگر علی بن ابی طالب نہوتے۔

اور اصل اس قصہ کو علامہ شمس الدین ابن قیم جوزیہ حنبلی نے اپنی کتاب (الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ) مطبوعہ مصر ۱۳۱۷ھ صفحہ ۴۶ مین بھی نقل کیا ہے۔ حافظ گنجی نے حضرت علی کی اعلمیت کو ثابت کرتے ہوئے چھ مہینہ کے حمل والی روایت کو نقل کرتے ہوئے بھی لکھا ہے فقال عمر لولا علیؑ لھلک عمر۔

(۱۷) مواقف عضد الدین الایجی افضلیت امیر المومنینؑ کے ادلہ کا تذکرہ

کرتے ہوئے لکھا ہے ولانہ نہی عمر عن رجم من ولدت لستۃ اشہر ونہہ
نھاہ ایضاعن رجم الحاملۃ التی اقرت بالزناء فقال عمر لولا علی
لھلک عمر۔

"ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت علی نے عمر کو منع کیا اُس عورت کو سنگسار
کرنے سے جس کے یہاں چھ مہینہ میں بچہ پیدا ہوا تھا اور اُس حاملہ کے سنگسار
کرنے سے جس نے ارتکاب زنا کا اقرار کیا تھا۔ اُسوقت حضرت عمرؓ نے کہا لولا
علی لھلک عمرؓ۔ جواب میں اسکے صرف یہ کہا گیا ہے کہ یہ روایات افضلیت
کو نہیں ثابت کرتے اور ہم نے سلف کو دیکھا کہ وہ خلفائے ثلثہ کو حضرت علی سے
افضل سمجھتے ہیں لہذا ہم کو اس کا اعتقاد ضروری ہے۔

(۱۸) شرح مواقف ابوالعلا بن محمد رضا بخاری (مطبوعہ لکھنؤ سنہ ۱۳۱۴ھ
صفحہ ۲۴۳۔ ۴۴۴) مذکورہ بالا عبارت کی تقریر و تائید کی گئی ہے۔

(۱۹) ابطال الباطل فضل اللہ بن روزبہان شیرازی۔ علامہ حلی رح
کی مذکورۂ ذیل عبارت نقل کی ہے جمیع الصحابۃ رجعوا الیہ فی الاحکام
واستفادوامنہ ولم یرجع الی احد منھم فی شیئی وقال عمر بن الخطاب
فی عدۃ مواطن لولا علی لھلک عمر حیث ردہ عن خطاءہ "تمام صحابہ
نے احکام شرعیہ میں حضرت علی کی طرف رجوع کی اور حضرت کو کسی طرف رجوع
کی کبھی ضرورت نہیں پڑی اور حضرت عمر نے چند مرتبہ کہا لولا علی لھلک عمر۔

بلکہ انھوں نے حضرت علی سے کسی سوال کا جواب پایا تو کہا کرتے تھے لا ابقانی الله بعدك يا علي اور رزین عراقی نے شرح تقریب میں لکھا ہے کان عمر يتعوذ من معضلة ليس لها ابو الحسن اور ابو مسعود دار قطنی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔

(۲۲) ینابیع المودۃ شیخ سلیمان بلخی حنفی (مطبوعہ دار الخلافہ اسلامبول قسطنطنیہ ص ۲۸)

کانت الصحابة رضي الله عنهم يرجعون اليه في احكام الكتاب و ياخذون عنه الفتاوى ولذا قال عمر بن الخطاب رضي الله عنه في عدة مواطن لولا علي لهلك عمر۔

(۲۳) ہدایۃ المرتاب حاجی احمد آفندی (طبع مصر ص ۱۴۶) قال عمر رضي الله عنه حين نهاه علي عن رجم من ولدت لستة اشهر ورجم الحامل لولا علي لهلك عمر۔

یہ مستند اقوال اور علمائے اسلام کے نصوص ہیں جو باوجود قلت کتب اور قلت فرصت کی کمی کے ہمارے پیش نظر ہیں۔ اس کے بعد کسی انصاف پسند شخص کو اس فقرہ کی صحت میں شک و شبہہ کی گنجائش نہیں ہے۔

———•———

اس کے جواب مین ابن روزبہان نے کہا ہے کہ صحابہ کا حضرت علی کی طرف رجوع کرنا کچھ بعید نہین کیونکہ آپ ہی اُن مین صاحب فتوے تھے اور مفتی خلق کی طرف رجوع کرنا مستفتیون کا وظیفہ ہے اور حضرت عمر کا آپکی طرف رجوع کرنا ویسا ہی تھا جیسا کہ حکام اور سلاطین علمائے ملت کی طرف ضروری مسائل مین رجوع کرتے رہتے ہین۔ رہ گیا حضرت عمر کا قول لولا علی لھلک عمر وہ حضرت عمر کے فضائل مین سے ہے کہ کس قدر صداقت و انصاف اور عدل و تواضع کا خیال رکھتے تھے۔

(۲۰) شرح تجرید قوشجی (مطبوعہ تبریز ۱۳۰۱ھ صفحہ ۳۷۴) (قول محقق طوسی) خلیفہ ثانی نے حاملہ اور مجنونہ عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ اور حضرت علی نے منع کیا۔ اسوقت خلیفہ ثانی نے کہا لولا علی لھلک عمر (جواب علامہ قوشجی) اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حضرت عمر کو معلوم نہ تھا کہ وہ عورت حاملہ اور مجنونہ ہے اور لولا علی لھلک عمر کہنا باعتبار اسکے ہے کہ اُنھون نے پورے طور پر تفحص اور تحقیق نہین کیا یعنی اگر اُن کو حضرت علی اس حالت مین متنبہ نہ کرتے اور وہ عورتین سنگسار کردی جاتین تو حضرت عمر کو اپنی کوتاہی پر اتنا صدمہ ہوتا جو ہلاکت اور ہلاکت کی تکلیف سے زیادہ سخت تھا۔

(۲۱) جواہر العقدین نور الدین سمہودی۔ ابن سمان نے ابوسعید خدری کی زبانی نقل کیا ہے کہ اُنھون نے اپنے کانون سے حضرت عمر سے ایسے موقع پر

جبکہ انھوں نے حضرت علی سے کسی سوال کا جواب پایا تھا کہتے سنا ہے لا ابقانی
اللہ بعدک یا علی اور رزین عراقی نے شرح تقریب میں لکھا ہے کان
عمر یتعوذ من معضلۃ لیس لھا ابو الحسن اور اسکو دارقطنی وغیرہ
نے بھی نقل کیا ہے۔

(۲۲) ینابیع المودۃ شیخ سلیمان بلخی حنفی (مطبوعہ دار الخلافہ اسلامبول
(قسطنطنیہ ص۷۰)

کانت الصحابۃ رضی اللہ عنھم یرجعون الیہ فی احکام الکتاب و
یاخذون عنہ الفتاوی ولذا قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی
عدۃ مواطن لولا علی لھلک عمر۔

(۲۳) ہدایۃ المرتاب حاج احمد آفندی (طبع مصر ص۱۴۶) قال عمر
رضی اللہ عنہ حین نھاہ علی عن رجم من ولدت لستۃ اشھر
ورجم الحاملۃ لولا علی لھلک عمر۔

یہ مستند اقوال اور علمائے اسلام کے نصوص ہیں جو باوجود نایابی کتب
اور وقت و فرصت کی کمی کے ہمارے پیش نظر ہیں۔ اس کے بعد کسی انصاف
پسند شخص کو اس فقرہ کی صحت میں شک وشبہہ کی گنجائش نہیں ہے۔

———•———

(۴)

اگر علی نہوتے تو کیا ہوتا "۱"

فلک کے نیچے بسنے والی تمام مخلوق فلک کے گوناگون حرکات کی ممنون احسان ہے، زراعتون کی پیدا وار اشجار کی نمو اور بار آوری؟ دریاؤن کا جزر ومد، انسانی طبائع کا انقلاب۔ تبدّل فصول واوقات کے تحت مین ہے اور اونکا تبدل واختلاف تماتر آسمان اور اُسکے اندر چلتے پھرتے ہوئے سیارون کے حرکات کا نتیجہ ہے، لیل ونہار کی آمد ورفت اور اُنکے سفید وسیاہ پردون کی نمائش بھی فلک اعظم کی گردش کا کرشمہ ہے۔ زمانہ خود بعد موہوم ہے اور اسی مقدار حرکت فلک کا نام ہے۔

عالم اجسام جہات پر مشتمل ہے اور محدّد جہات فلک اطلس ہے۔

غرض عالم مادی پورے طور پر افلاک کے خیرات وبرکات کا رہین منت ہے اور دنیا کے ہر خشک وترمین آسمانی موجودات کا عمل پورے طور پر نافذ ہے اس کی جواب وہی شعراء پر ہے کہ انھون نے دنیا کی ہر مصیبت اور کٹھن کا ذمہ دار چرخ پیر اور فلک کج رفتار کو بنا لیا ہے۔ اُنکے خیال مین آسمان

۱" شیعہ لاہور رجب ۱۳۴۹ھ

ہمیشہ مخلوق خدا کو اذیت ہی دیتا رہتا ہے۔ اس سے کسی فائدہ کی توقع کرنا
فضول ہے لیکن فلسفی نگاہ سے دیکھنے پر ثابت ہوتا ہے کہ عالم سفلی کا نظام و
ارتباط عالم علوی کے زیر اثر ہے اور خالق عالم کی طرف سے علل و معلولات کا
جو سلسلہ قائم کیا گیا ہے اُس مین حضیض سفل کے منافع و مصالح کی کڑیان
زیادہ تر نقطۂ اوج و ارتفاع سے وابستہ قرار دی گئی ہین اور اسکا شرف
و خصوصیت کو دیکھتے ہوئے اُس نے اپنے عباد مقربین ملائکہ قدس و عزت
کی جگہ بھی ملاء اعلیٰ قرار دی ہے اور اپنی طرف منسوب شدہ مخصوص پایۂ
تخت عرش کو بھی آسمانی آبادی کے اوپر قرار دیا گیا ہے۔

دنیا کا نظام و بقا افلاک کے وجود پر منحصر ہے اور اسی لئے عالم کون و
فساد کی فنا اور زوال کے بیان مین سب سے پہلے اذا السمآء انفطرت کا
تذکرہ کیا گیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ عالم موجودات کی فنا افلاک کی فنا کے
ساتھ وابستہ ہے اور ابتدائے خلقت مین بھی اگر آسمان نہوتے تو کچھ وجود نہوتا
موجودات کے اندر شرف و مرتبہ کی حیثیت سے ذاتاً جو تفاوت موجود ہے
اسکی بنا پر باری تعالیٰ کی جانب سے افاضۂ وجود مین بھی اختلاف مراتب کا
پیدا ہونا ضروری ہے، خلاق کل اور علۃ العلل کی نسبت سے دیکھتے ہوئے
اگرچہ یہ سب ایک صف ممکنات مین مندرج ہین لیکن خود انکے درمیان آپس مین
وجوب غیری اور استفاضہ کی حیثیت سے تقدم و تاخر حاصل ہے بایمعنی کہ فرد

اکمل بسبب اُس قرب اور ازدیاد مناسبت کے جو اُس کو مبدا اول وکمال مطلق کے ساتھ پائی جاتی ہے اِس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ اُس پر مبداء فیض کی طرف سے افاضۂ وجود ہو اور اسی کا نام اصطلاحی الفاظ مین اولویت بالوجود ہے۔

ذات شے مین جتنا نقص پیدا ہوتا جائیگا۔ اُتنا اُس کو کامل بالذات ہستی سے مرتبۂ بعد حاصل ہوگا اور استحقاق اُسکا وجود کے لئے کم ہوگا۔

اس اولویت بالوجود یا ہماری عام فہم لفظون مین استحقاق وجود کے زیادہ ہونے کا لازمہ یہ ہے کہ اگر افاضۂ وجود کی نوبت آئے تو سب سے پہلے وہی ذات اُس سے بہرہ اندوز ہو جس کو اپنے ماسواے اکملیت کا درجہ حاصل ہے اور اس کے بعد درجہ بدرجہ دوسرے اشیاء پر فیضان ہو اور اگر فرد اکمل پر وجود کا افاضہ نہ ہوا ہو تو اس کے معنی یہ ہین کہ خلاق کائنات کا ارادۂ تکوینیہ خلق و ایجاد اشیاء کے ساتھ متعلق ہی نہین ہوا ہے اور اس صورت مین عالم کی کسی شے کا بھی وجود ناممکن ہے۔

ازل اور ابد کی سرحدون کے درمیان جتنی مخلوق ہے اس کا جائزہ لینے پر معلوم ہوتا ہے کہ محمد و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کا درجہ و مرتبہ ان سب سے بلند اور اشرف و اعلیٰ اور اس حیثیت سے اُنکا قرب ذاتی مبدأ اعلیٰ کے ساتھ زائد سے زائد ہے اور اُس کا لازمی نتیجہ اولویت

بالوجوہ جس کی توضیح ہمارے سابق بیان مین کی جاچکی ہے۔

خلاق عالم کا ارادہ تکوین اشیاء کے ساتھ متعلق ہوا اور ترتیب طبیعی کی بنا پر سب سے پہلے خلعت وجود کا افاضہ اُن ذوات مقدسہ پر ہوا اور اُنکے بعد عالم کی ہر شے اپنی استعداد اور ظرف کے مطابق اُس فیض سے متمتع اور بہرہ اندوز ہوئی اور اس عالم کائنات کی بنیاد قرار پائی جو محیط افلاک سے مرکز زمین تک وسعت رکھتا ہے۔

معلوم ہوا کہ اشیائے عالم کا وجود ان کامل ہستیون کے ساتھ وابستہ ہے اور اگر انکا وجود نہوتا تو عالم کی کوئی شئے وجود کی مستحق نہ تھی۔

باری تعالیٰ نے بھی اپنے مقدس کلام حدیث قدسی کے ذریعہ سے خاتم الانبیا صلے اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے اس امر کی تصدیق کردی اور لولاک لما خلقت الافلاک فرما کر عالم کائنات کو وجود ہوی کا رہین منت قرار دیدیا اس لئے کہ تمام اشیاء کا دارومدار نظام فلکی پر ہے اور اگر آسمان نہوتے تو کسی چیز کا وجود نہوتا۔

رسالت مآب اور اُنکے اہلبیت طاہرین اگرچہ آپس مین تناقض و تفاوت رکھتے ہین جو اصل و فرع، مطاع و مطیع مین ہونا چاہیے لیکن دیگر موجودات عالم کے مقابل مین وہ یکسان طور پر فضیلت وکمال رکھتے ہین جس کو انا و علی من نور واحد اور آیۂ انفسنا نے بالکل صاف کردیا ہے۔ بالکل اسی طرح

جیسے ذات نبیؐ تمام اشیائے عالم سے استفاضۂ وجود مین اولی واحق ہے اور اُن پر تقدم رکھتی ہے اُن کے اہلبیت معصومینؑ بھی کائنات عالم سے اولی واقدام ہین اور اس بنا پر اگر وہ نہوتے تو دنیا کی کوئی شے موجود نہوتی

رسالت مآبؐ کے کمالات کا نسبی وارث باری تعالی نے آنحضرتؐ کی پارہ جگر فاطمہ زہراؑ کو بنایا اور خلق و خُلق مین اُنکے مراتب کمال کی شبیہ قرار دیا جس کو خود رسولؐ نے بضعۃ منی کہکر آشکار اکردیا اس لئے کہ کل اور جزو کے خواص مین اتحاد ظاہر ہے۔ عالم کی معمولی ہستیان فضل و شرف مین اُس درجہ تک کہان پہونچ سکتی تھین جو کمالات رسولؐ کے پرتو اور فضائل نبویہ کی تصویر کے لئے حاصل تھا قدرت نے نظام عادی کے موافق نسل انسانی کے بقا کا ذریعہ زن وشوہر کو قرار دیا ہے، رسولؐ کے لئے باری تعالی نے اولاد ذکور کو باقی نہ رکھا تھا۔ اُنکی نسل کا دارومدار اس پاک طاہرہ و مطہرہ بیٹی پر تھا خالق عالم نے اس معظمہ کی کفارت وہمسری کے لئے صرف ایک ہی بندہ خلق کیا تھا جس کا نام علی ہے۔ خود رسول صلعم نے فرمایا لولا علی لم یکن کفو لفاطمۃ اگر علی نہ ہوتے تو فاطمہ زہرا کا کوئی کفو نہ تھا" علی کے باعث رسولؐ کی نسل دنیا مین قیامت تک باقی رہی اور انا اعطیناک الکوثر کا وعدہ پورا ہوا۔

امیر المومنینؑ کی ذات علوم کا سرچشمہ تھی اور حضرت اقدس الٰہی کی جانب سے بواسطۂ رسول امامت کی مخصوص طور پر انتدار رہنائی گئی تھی انا مدینۃ العلم وعلی بابھا اور اقضاکم علی کے صریحی خطابات نے شک وشبہہ کا موقع باقی نہین رکھا تھا اور یہی اعلمیت مطلقہ امامت حقہ کے ثبوت مین کافی تھی لیکن سیاسیات وقت نے پلٹا کھایا اور خلافت نبویہ سلطنت ظاہریہ کی صورت مین تبدیل ہوکر اغیار تک پہونچی۔ امیر المومنینؑ کو گوشہ نشین ہونا پڑا مسند خلافت ظاہری صورت سے پر ہوگئی لیکن خلافت کی حقیقی ذمہ داریان اپنے سچے مستحق کو ڈھونڈ رہی تھین۔ علمی مشکلات مین علی بن ابی طالبؑ کی طرف رجوع کے سوا کوئی چارہ نہ تھا اور اسی بارگاہ سے مشکل حل ہوتی تھی اس وقت بر مصلحت وقت کے اقتضا یا اظہار حق کے جذبہ سے مجبور ہوکر زبان سے منصفانہ کلمات نکلتے تھے حضرت عمر نے بارہا ایسے موقعون پر فرمایا ہے لولا علی لھلک عمر اگر علی نہ ہوتے تو مین کہین کا نہ رہتا۔

اسلام کی اساس وبنیاد صداقت پر قائم ہوئی ہے اور اس کی ترقی و ہر دلعزیزی اس کے صحیح اور قابل عمل اصول اس کے مہذب ومرتب قوانین اور اس کے دلکش اخلاق وتعلیمات مین مضمر ہے لیکن مشرکین نے جارحانہ طاقتون سے اس کے فنا کردینے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ اور اگر کوئی ظاہری قوت نہ ہوتی جو ان کی

تمام طاقتون کا مقابلہ کرکے اُن کو پسپا کردے تو یقیناً ظاہری اسباب کی رو سے اُنکی کامیابی یقینی تھی اور اُس وقت اسلام کا نقش صفحۂ وجود پر نہ آتا۔

علی بن ابی طالبؑ کی تلوار وہ تھی جس نے ہر جنگ مین کھنچکر مخالفین اسلام کے حوصلون کو پست کردیا اور اسلام کے رایت کو ہمیشہ کے لئے قائم کیا۔ اسی بنا پر علامہ ابن ابی الحدید معتزلی کو کہنا پڑا تھا۔

الا انما الاسلام لولا حسامہ   کعفطۃ عنز او قلامۃ ظافر

---

(۵)

شاہراہ زندگی مین علیؑ کے نقش قدم"۱"

اسلام عالم مین مشعل ہدایت بنکر آیا تھا، اُس نے زندگی کے ہر شعبہ پر روشنی ڈالی، درحیات انسان کے پیچ در پیچ راستون کو اپنے واضح ہدایات سے اس طرح صاف کیا کہ کسی راہرو کے لئے راستہ بھولنا ناممکن ہوجائے لیکن وہ جبر و اکراہ کی طاقتون کو اپنے ساتھ لیکر نہین آیا تھا، اسلامی افراد نے اسلامی تعلیمات کو مصالح و اغراض نفسانیہ کی زد مین لاکر نظر انداز کیا اور اُسکے ظاہری آداب و رسوم یا صرف اسمی و رسمی انتساب پر اکتفا کرکے اُسکے حقیقی خصوصیات اور روحانی جوہر سے دست کشی کی جس کا نتیجہ

(۱) سرفراز لکھنؤ ۱۳ رجب سنہ ۱۳۴۲ھ

خود اُنکے لئے نکبت و ادبار اور تمام اقوام عالم کے مقابلہ مین پست ہونے
کے سوا کچھ نہ ملا، ذاتی رجحانات اور شخصی وجماعتی تصادمات نے کچھ ایسی
تفرقہ اندازی کی کہ جامعۂ اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہوا اور اس طرح اُسکے
اوراق متفرق ہوئے کہ جنکا ایک نقطہ پر جمع ہونا مشکل سے مشکل تر ہو گیا بمقصد
حیات کے حصول مین صحیح جادہ سے ہٹ کر راستے بھی منقسم ہو گئے اور اسلامی
تعلیمات مین شخصی و قومی اغراض ورجحانات کی بدولت ایسی ترمیم و تنسیخ
ہوئی کہ اُسکے اصول وحقائق خود مشتبہ لباس مین نظر آنے لگے اور ظاہربین
نگاہون مین وہ معیار ترقی ہونے کے بجائے قعر انحطاط و تنزل مین پہونچنے
کا زینہ سمجھے جانے لگے۔ اسلامی جماعت کو جو روز بد بھی دیکھنا نصیب ہوا
اُسکا سب سے بڑا باعث یہی تھا کہ اُنھون نے اسلامی تعلیمات کو پس پشت
ڈالدیا اور اپنی عملی کارگذاریون کی زمام ادارت ذاتی اغراض کے سپرد کردی
اب بھی ترقی کا راز اسی مین مضمر ہے کہ وہ از سر نو اپنے اسلامی خصوصیات
کا احیاء کرین، مذہبی تعلیمات کی صحیح پابندی دنیا و آخرت کے فلاح کی ضامن
ہے لیکن اسلام کوئی بولتا ہوا واعظ اور ہاتھ پکڑ کر راستہ چلانے والا رہبر نہین
ہے، خود اُسکے صحیح راستہ پر چلانے کے لئے راہنما کی ضرورت ہے۔
مذہبی حکومت (خلافت) کی دعویدار اور اسلامی روحانیت کی ذمہ داری
مین ہاہمی کرنے والی ہستیون نے اپنے طرز عمل سے اس امر کو ثابت کر دیا کہ اُنکا

تمام طاقتوں کا مقابلہ کرکے اُن کو پسپا کردے تو یقیناً ظاہری اسباب کی رو سے اُنکی کامیابی یقینی تھی اور اُس وقت اسلام کا نقش صفحۂ وجود پر نہ آتا۔

علی بن ابی طالبؑ کی تلوار وہ تھی جس نے ہر جنگ میں کھنچکر مخالفین اسلام کے حوصلوں کو پست کردیا اور اسلام کے رایت کو ہمیشہ کے لئے قائم کیا۔ اسی بنا پر علامہ ابن ابی الحدید معتزلی کو کہنا پڑا تھا۔

الا انما الاسلام لولا حسامہ　　كعفطة عنز او قلامة ظافر

---

(۵)

شاہراہ زندگی میں علیؑ کے نقش قدم"(۱)

اسلام عالم میں مشعل ہدایت بنکر آیا تھا، جس نے زندگی کے ہر شعبہ پر روشنی ڈالی اور حیات انسان کے پیچ در پیچ راستوں کو اپنے واضح ہدایات سے اس طرح صاف کیا کہ کسی راہرو کے لئے راستہ بھولنا ناممکن ہوجائے لیکن وہ جبر واکراہ کی طاقتوں کو اپنے ساتھ لیکر نہیں آیا تھا، اسلامی افراد نے اسلامی تعلیمات کو مصالح و اغراض نفسانیہ کی زد میں لاکر نظر انداز کیا اور اس کے ظاہری آداب و رسوم یا صرف اسمی و رسمی انتساب پر اکتفا کرکے اس کے حقیقی خصوصیات اور روحانی جوہر سے دست کشی کی جس کا نتیجہ

(۱) سرفراز لکھنؤ رجب سنہ ۱۳۴ھ

خود اُنکے لئے نکبت و ادبار اور تمام اقوام عالم کے مقابلہ مین پست ہونے کے سوا کچھ نہ ملا، ذاتی رجحانات اور شخصی و جماعتی تصادمات نے کچھ ایسی تفرقہ اندازی کی کہ جامعۂ اسلامیہ کا شیرازہ منتشر ہوا اور اس طرح اُسکے اوراق متفرق ہوئے کہ جنکا ایک نقطہ پر جمع ہونا مشکل سے مشکل تر ہو گیا مقصد حیات کے حصول مین صحیح جادہ سے ہٹ کر راستے بھی منقسم ہو گئے اور اسلامی تعلیمات مین شخصی و قومی اغراض و رجحانات کی بدولت ایسی ترمیم و تنسیخ ہوئی کہ اُسکے اصول و حقائق خود مشتبہ لباس مین نظر آنے لگے اور ظاہر بین نگاہون مین وہ معیار ترقی ہونے کے بجائے قعر انحطاط و تنزل مین پہونچنے کا زینہ سمجھے جانے لگے۔ اسلامی جماعت کو جو روز بد بھی دیکھنا نصیب ہوا اُسکا سب سے بڑا باعث یہی تھا کہ اُنھون نے اسلامی تعلیمات کو پس پشت ڈالدیا اور اپنی عملی کارگذاریون کی زمام ادارت ذاتی اغراض کے سپرد کردی

اب بھی ترقی کا راز اسی مین مضمر ہے کہ وہ از سر نو اپنے اسلامی خصوصیات کا احیا کرین، مذہبی تعلیمات کی صحیح پابندی دنیا و آخرت کے فلاح کی ضامن ہے لیکن اسلام کوئی بولتا ہوا واعظ اور ہاتھ پکڑ کر راستہ چلانے والا رہبر نہین ہے، خود اُسکے صحیح راستہ پر چلانے کے لئے راہنما کی ضرورت ہے۔

مذہبی حکومت (خلافت) کی دعویدار اور اسلامی روحانیت کی ذمہ دار مین ہماہمی کرنے والی ہستیون نے اپنے طرز عمل سے اس امر کو ثابت کر دیا کہ انکا

اتباع کسی طرح منزل مقصود تک پہونچانے کا ضامن نہین ہے اسلامی راستہ پر
چلانے کے لئے ایسے ہی نمونہ کی ضرورت ہے جو اسکے سچے تعلیمات کا محسوس
مجسمہ اور اسکے حقیقی خصوصیات کی جیتی جاگتی تصویر ہو جس کا ہر قول پیغمبر اسلام
کے ہدایات کا پابند اور جس کی ہر جنبش زبان مذہبی اسرار کی سرمایہ دار رہی ہو
بیشک یہی ہستی وہ ہو سکتی ہے جس کے اقوال وافعال تاریک راستہ مین مشعل کا
کام دے سکتے ہین اور جس کے دامن کا سہارا نقطۂ مقصد تک پہونچانے کا ذمہ دار
ہو سکتا ہے۔

ایسی ہستی دنیا مین ایک ہی تھی جس کا نام "علی" ہے علی کہنے کو مسلمان
لیکن واقع مین حقیقۃً خود اسلام تھے انکا ہر طرز عمل قول وفعل منشاء قدرت کا
ترجمان اور اسلامی روحانیت کا مکمل نمونہ تھا یا پھر انکی اولاد طاہرین مین اس
روحانیت کا جلوہ نظر آتا ہے۔

علی کی ذات کو دنیا نے اب تک نہین سمجھا ہے اور دور فلک کے ہزارہا
چارون کے بعد بھی انکی پوری معرفت حاصل ہونا دشوار ہے۔

علی کو دنیا اب تک دھندلی روشنی مین دیکھتی رہی ہے، ضرورت ہے
کہ ذرا تاریخی واقعات کی صاف روشنی مین آنکھ کھولکر اس ہستی کا مشاہدہ کرے

علی نے زندگی کے ہر شعبہ مین اپنے حکیمانہ ہدایات سے ایک روح پھونکدی
ہے اور انسانی مقصد حیات کو اپنے قول وعمل کے ذریعہ سے اس طرح واضح

کیا ہے کہ شک و شبہہ باقی نہیں رہتا۔

علی نے مختصر جملوں میں فلسفۂ زندگی کے مشکل مسائل کو اس طرح حل کیا ہے کہ عقلیں حیران ہو کر اپنی شکست کا اعتراف کرتی ہیں۔

علی نے تہذیب اخلاق کی وہ مکمل تصویریں پیش کی ہیں جن پر انسانی شائستگی اور دنیا و آخرت کی فلاح و نجاح کا دار و مدار ہے۔

علی نے تدبیر منزل کے ایسے حدود قائم کیے ہیں جنکی پابندی داخلی ارتباط و انتظام کا معیار اور معاشرت باہمی کے خوشگوار نتائج کی ضامن ہے۔

علی نے سیاست مدن میں انصاف و عدالت کے وہ دائرے کھینچ دیے ہیں جنکے اندر اجتماعی تمدنی نظام و مصالح کے راز خصوصیت سے مضمر ہیں۔

علی نے بادشاہ ہو کر فقیروں کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کیا اور دنیا کی باجبروت طاقت ور ہستیوں کے غرور و تکبر کو ایک تنبیہی ٹھوکر لگائی۔

علی نے مال و دولت پر قابض ہونے کے بعد محتاجوں کی زندگی بسر کی اور اپنے ہر ذاتی سرمایہ کو مساکین کی نذر کر کے ارباب ثروت و تونگری کو بے مایہ افراد قوم کی حالت کا درد آشنا ہونا سکھایا۔ علی نے پچیس برس کی طول مدت تک صرف حفاظت اسلام کے لئے اپنی حق تلفیوں پر صبر کیا اور اس طرح نوعی مفاد کے خاطر شخصی حقوق کی قربانی کا نہ بھولنے کے قابل درس دیا۔

علی نے بیت المال کے موجود ہوتے ہوئے بھی اپنے رزق کے لیے یہودیوں

لے درختوں میں آبیاری ہی کو پسند کیا اور اس عنوان سے اہل اسلام کو مزدوری
و صنعت اور اپنے ہاتھ کی محنت سے پیسہ پیدا کرنے کی بیش قیمت تعلیم دی۔

علی نے تمام حجاز و عراق کا بادشاہ ہونے کے وقت بھی کبھی ہیثم تمار کی
دوکان پر بیٹھنے کو اپنے لئے کسر شان نہیں سمجھا اور یوں قوم.......
.... کے اعلیٰ سفید پوش طبقہ کو تجارت کی طرف مائل کرتے
ہوئے دوکانداروں اور تجارت پیشہ افراد کے عزت و احترام کا اشارہ کیا۔

تاریخی اوراق ان اخلاقی جواہر ریزوں سے پر ہیں! چشم بینا اور گوش شنوا
کی ضرورت ہے۔

سلاطین و حکام سے کہو علی کا اتباع کریں، دنیا امن و امان اور
عدل و انصاف سے معمور ہو جائے۔ ارباب دولت سے کہو علی کا اتباع کریں،
پھر ین دنیا ان کے شبینہ کو محتاج نہ رہے۔ رہنمایان ملت سے کہو علی کا اتباع کریں
افراد ملت کے دلوں میں انکی بات بجلی کی طرح تاثیر کرے اور خلوص و صداقت
کے ساتھ نکلی ہوئی تعلیمات قوم کے صلاح و ترقی کی ضامن ہوں۔ عامۂ افراد قوم سے
کہو علی کا اتباع کریں مذہبی اخلاقی اقتصادی ہر قسم کی ترقی انکے دم قدم کو لگی ہوئی ہے
علی کے علمی و عملی تعلیمات دینی و دنیوی کامیابی کے ضامن ہیں اور شاہراہ
زندگی میں علی کے نقش قدم ہمیشہ لو دیتے رہیں گے سالک کی ضرورت ہے۔ والسلام

علی ناظم النقوی عفی عنہ

حجج و بینات

اپنی نوعیت کی پہلی کتاب جو عالمِ اسلام میں ظاہر ہوئی ہے۔ سال گذشتہ
عراق میں مشاہدہ مشرفہ ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم سے جو حیرت انگیز مظاہر قدرت
یعنی معجزات ظاہر ہوئے اُن کے مستند تفصیلی واقعات ذاتی تحقیقات اور
مستند ذرائع سے تصدیق شدہ حالات حاصل کر کے مرتب کر کے شائع کئے
گئے ہیں جو ارباب ایمان کے لئے بصیرت افروز اور تمام مذاہب اقوام کے
مقابل میں صداقت و حقانیت کی دلیل ہیں یہ کتاب بھی حضرت سید العلماء
مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر دام ظلہ کا نتیجہ قلم اور اُنہی کی ذاتی
تحقیقات اور کاوش کا نتیجہ ہے جو کتاب کی ادبی منزلت اور استناد و اعتبار
کی حیثیت کیلئے بہترین ضمانت ہے ۲۰ × ۲۶ کی تقطیع پر اعلیٰ کاغذ و طباعت
کے ساتھ طبع ہوئی ہے اور اس میں متعدد شفا یافتہ افراد کے فوٹو بھی شامل ہیں
جو کتاب کی دیدہ زیبی اور نیز اسکے اعتبار و استناد میں اضافہ کا باعث ہوئے
ہیں۔ قیمت علاوہ محصول ڈاک (عہ/)

یا قومنا اجیبوا داعی اللہ

اے قوم جواب دے خدا کی طرف سے پکارنے والے کا

برادران ایمانی سلام علیکم۔

امامیہ مشن کی دینی و تبلیغی خدمات آپ حضرات کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں اس سلسلہ میں جیسا کہ اس سے قبل بھی عرض کیا جا چکا ہے جبتک کہ ہر ہر فرد قوم تھوڑی تھوڑی قربانی نہ کرے اس کام کو تیزی کیساتھ آگے نہیں بڑھایا جا سکتا۔ چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ شیعیان امیر المومنینؑ کثیر تعداد میں اس تبلیغی ادارہ کے ممبر بن کر ہماری تقویت کریں چندہ سالانہ کم سے کم ایک روپیہ ہے اور جو مومنین اس سے زائد مرحمت فرماویں وہ ان کی توفیق پر منحصر ہے اور ممبران کیلئے یہ رعایت ہوگی کہ آئندہ جو رسالے شائع ہوں گے وہ ان کو نصف قیمت پر دئے جاوینگے۔

فارم ممبری ہم سے طلب فرمائیے اور خود بھی ممبر بنئے اور دیگر مومنین کو بھی ممبر بنا کر عند اللہ و عند الرسولؐ ماجور ہوجئیے فقط

خادم ملت

سید ابن حسین عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن

حسین آباد۔ لکھنؤ